عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

إدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ

رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ/اکتوبر 2005ء

Reg No: P 476

جلد چہارم : شمارہ :2

فہرست

فی شمارہ : =/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک : =/180 روپے

خط و کتابت کا پتہ : مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس

پشاور

ای میل: saqipak99@gmail.com

saqi_pak99@yahoo.com

zef_pk@yahoo.com

اللہ تعالیٰ کی صفات و تقدیر پر ایمان

(حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانی پشاوریؒ)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ : جیسے مُرغی کا بچہ انڈے کو توڑ کر فوراً چگنا شروع کر دیتا ہے، یہ فطری الہام ہے، اسی طرح بچہ معصوم ہوتا ہے، نابالغ ہوتا ہے، بلوغ کی حالت کو نہیں جانتا۔ کسی شریف سے شریف خاندان کا بچہ جب بالغ ہوتا ہے تو اس میں بھی بلوغت کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ یہ فطری تقاضا ہے سمجھانے والا کوئی اُستاد نہیں ہوتا ورنہ اگر اس مسئلہ میں اُستاد ہوتا تو مُشکل ہو جاتی۔

اگر کوئی ایم۔اے کے سوال کو دسویں جماعت کے طالب علم کو حل کرنے کیلئے دے دے تو وہ کیا سمجھے گا! اسی طرح تقدیر کا مسئلہ ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کو ماننا پڑے گا اور اس کی ذات وصفات پر یقین لانا پڑے گا۔ بھر تقدیر کہ اللہ کو کیسے مانو گے۔ کافر تو اللہ کے بھی مُنکر ہیں تقدیر کا نمبر تو چھٹا ہے۔ اللہ کو کیوں مانوں؟ اللہ کو اس لئے ماننا ہے کہ اللہ کا ماننا ہر عاقل کیلئے ایک ایسا واضح اور یقینی مسئلہ ہے کہ جس کے بغیر نہ عقل کی اور نہ نقل کی گاڑی چلتی ہے۔ بغیر خدا کے کائنات کی گاڑی حرکت ہی نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی خدا کا قائل نہیں تو ہم اس کے قائل نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں 'سحر' ہوں، ہم کہتے ہیں کہ تم 'خر' ہو۔ اگر 'خر' نہیں ہو تو دلیل لے آؤ (کسی دہریہ کے ساتھ جس کا نام سحر تھا حضرت کی گفتگو ہوئی تھی)۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کا وجود نہیں، آپ اس سے پوچھیں کہ آپ کے والد صاحب ہیں؟ وہ کہے گا کہ ہاں ہیں، میں والد سے ہی پیدا ہوا ہوں۔ آپ اُس سے پوچھیں کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ یہی شخص آپ کے والد ہیں؟ اس چھوٹی سے بات کیلئے گواہ کی ضرورت ہے اور یہاں گواہ صرف ماں ہے جو ناقص العقل ہے۔ جب ایک ناقص العقل کے کہنے پر اس بات کو مانتے ہو کہ یہ تمہارا والد ہے جس کا اپنا مفاد بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے، تو ایسے سچے انسانوں (انبیاء کرامؑ) کے کہنے پر جن کا کوئی مفاد بھی وابستہ نہیں اور جنہوں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا اور جنہوں نے کبھی بھی اپنے مفاد کے لئے بات نہیں کی ان کے کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ ہے، تم کیوں یقین نہیں کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال اس طور پر منضبط ہیں کہ پوری تاریخِ انسانی میں کسی کے نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا دُشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دُشمنوں کا بھی قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ قرآن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ:

فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ○ (الانعام: آیت ۳۳)

ترجمہ: ''سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ کے صادق اور امین ہونے کا کافر بھی انکار نہیں کرتے۔ تو جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں کہتا وہ خدا پر کیسے جھوٹ بولے گا؟ ماں کے کہنے پر تمھارے باپ کا، باپ بننا ثابت ہو جاتا ہے تو کیا حضور ﷺ کے کہنے پر کہ خدا ہے، خدا ثابت نہیں ہوگا؟ حضور ﷺ کا یہ حال ہے کہ اگر ایسا موقع ہو کہ اپنا نام بنتا ہو لیکن اللہ کی شان پر بات آتی ہو تو اپنی طرف نسبت نہیں کرتے تھے۔ حضو ﷺ کے فرزندِ ارجمند حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے اور اسی وقت سورج گرہن ہو جاتا ہے۔ وہاں کے جاہلی زمانہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کسی بڑے آدمی کا کوئی فوت ہو جائے تو سورج یا چاند کو گرہن ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے کہا اعلان کرو۔

﴿الصلوة الجامعة﴾ صحیح البخاری ج ۲۔ ابوداؤد کتاب الصلاۃ

جب سب صحابہؓ اکھٹے ہو گئے تو فرمایا:

﴿ان الشمس و القمر آیتان من آیات الله﴾ الخ

ترجمہ: ''اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔''

اگر آپؐ مفاد چاہتے تو کہتے کہ دیکھا نہیں میں کتنا بڑا آدمی ہوں کہ میرے بیٹے کے انتقال پر سورج گرہن ہو گیا۔ حضور ﷺ خدا کے قائل و گھائل اور مائل ہیں۔ عزیز الصمد دہریہ ایک دفعہ مجُھے کہنے لگا کہ تم خدا کے قائل ہو، کیا تم نے خدا کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ خدا کو تو نہیں دیکھا ہے لیکن خدا والوں کو دیکھا ہے۔ جیسے شرابی کی آنکھ بتاتی ہے، چال ڈھال بتاتی ہے کہ یہ پئے ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی ہر ادا یہ بتا دیتی ہے کہ یہ خدا والے ہیں۔ اللہ کا یقین جو مستی پیدا کرتا ہے کون ہے جو اس کا اندازہ کر سکتا ہو۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ خدا کا یقین اللہ والوں کی صحبت سے خود بخود آ جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ تم اپنے آپ کے قائل ہو اور تم اپنے وجود کو مانتے ہو۔ جیسے تمہیں اپنا یقین ہے، اس سے زیادہ ہم کو خدا کا یقین ہے۔ (Agnosticism) تذبذب کا ایک نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اور دُنیا بھی ہے یا نہیں ہے۔ تو اسطرح اگر تذبذب کا شکار رہ کر آدمی اپنی شخصیت کو ڈانواں ڈول کرنا چاہے تو اسکی مرضی۔

خدا کے وجود کے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ تم عالم کے قائل ہو۔ زمین و آسمان ہیں، یہ کیسے بنے؟ تم

سائنس کی گتھیوں میں آتے ہو۔ بڑھتے بڑھتے کہتے ہو کہ یہ عالم ذرّات (ایٹم) سے بنا، ذرّات کیا ہیں؟ الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران کا مجموعہ ہیں۔ پھر اس کے آگے حرکت ہے، حرکت کے بعد پتہ نہیں کیا کیا نا معلوم حقیقتیں ہیں۔ آئن سٹائن کی تھیوری حرکت تھی۔ حرکت سے زمانہ (Time) وجود میں آیا۔ پھر ٹائم سے (Space) یعنی خلاء بنا۔ ''اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سوجھی'' ہم کہتے ہیں کہ اس حرکت کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان ذرّات کا نظام جو ہے یعنی ایٹم، کیا یہ عقلمند ہے؟ کیا کسی کو راستہ بتا سکتا ہے؟ کسی چیز کو منظّم طور پر وجود میں لا سکتا ہے؟ ایٹم اپنے وجود میں تو وجود رکھتا ہے۔ حرکت بھی کرتا ہے۔ کیا کسی چیز کو خود بنا بھی سکتا ہے؟ تشکیل بھی کر سکتا ہے؟ کہ کہیں چاند بن جائے اور کہیں لوہا کہیں تانبا کہیں پہاڑ۔ حرکت کا تو ہر ایک اقرار کر لیتا ہے۔ لیکن اس کا اقرار نہیں کر سکتے کہ یہ سب ذی ہوش ہیں یا ذی الارادہ۔ اگر یہ ذی الارادہ ہوتے تو تم اٹامک انرجی پیدا نہ کر سکتے۔ ایٹم کے ذرّات کا آپس میں Cohesion (جُڑے ہوئے) ہوتا ہے۔ تو ان بغیر اِرادہ ذرّات سے یہ عالم کیونکر بن گیا۔ وہ کمبخت (عزیز الصمد) کہنے لگا "It was a natural accident" میں نے کہا کہ اگر یہ حادثہ ہے تو جیسے تیری موٹر کا حادثہ ہو جائے کسی کا سر، کسی کا پاؤں ٹوٹ جائے اور آنکھ پھوٹ جائے تو حادثے سے تو اسطرح کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔ تو اگر یہ عالم حادثاتی طور سے وجود میں آتا تو اس عالم میں یکسانیت نہ ہوتی۔ آج سے کروڑوں سال پہلے ۷ جنوری کو سورج جہاں سے نکلا تھا آج بھی وہیں سے نکلتا ہے۔ سورج دوڑ رہا ہے۔ چاند دوڑ رہا ہے لیکن کیا ان کا آپس میں کبھی ٹکراؤ ہوا؟ اس کائنات میں سب سے زیادہ عقلمند انسان ہے۔ لیکن امریکہ اور یورپ میں کرسمس کی ایک رات میں ہزاروں حادثات ہو جاتے ہیں اور ہزاروں لوگ مرجاتے ہیں۔ تو سورج نہ کبھی چاند سے ٹکرایا نہ چاند سورج سے۔ تو کیا یہ اندھے لنگڑے مادہ کا کام ہے؟ اچھی سے اچھی گھڑی لے لو کب تک چلے گی۔ ہر چیز کی گارنٹی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں عالم جو چل رہے ہیں سب ایک خاص نظم و نسق کے ساتھ کروڑوں سال سے چل رہے ہیں۔ یہ ایک حادثہ نہیں تھا کہ خود بخود وجود میں آیا ہو بلکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی پردہ میں ایسی ذات ہے جس نے ان سب چیزوں کو وجود بخشا ہے۔ ہم کو تمام مخلوقات کے خالق کا یقین کرنا پڑے گا۔ ایسی ہستی کو عقلاً ماننا پڑے گا جہاں وجود کی انتہا ہے۔ اگر خالق کا تم خالق مانگ رہے ہو تو وہ تو خود مخلوق ہوگا۔ کائنات کے جتنے بھی سلاسل ہیں ان کی پیدائش کا آخری سرا جو ہے وہ خدا ہے۔ اگر مخلوق کا انکار کرتے ہو تو پاگل خانہ میں جانا پڑے گا۔ تو جیسے خالق کا ہونا ضروری ہے اسی طرح خالق کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ جب خالق کو مانا تو خالق ایک ہوگا۔ ایک کیسا ہوگا؟ قادر ہوگا تو مخلوق کو پیدا کرے گا۔ عالموں کو پیدا کیا اور اگر ان کے حالات کو نہیں جانتا تو ان کو کیسے چلائے گا؟ تو خدا کے لئے عالم اور علیم ہونا لازم ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ : ۲۵ پر)

اصلاحی مجلس

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَن یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَ مَن یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَن لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَاوَحَبِیْبَنَاوَمُرْشِدَنَا مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِ سْلَامَ دِیْنًا. (المائدہ: ۳)

ترجمہ: ’’آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دِین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دِین۔‘‘

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْo وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْo وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْo یَفْقَھُوْا قَوْلِیْo

(طٰہٰ: ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸)

ترجمہ: ’’اے میرے ربّ! میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے۔ اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔‘‘

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خَیْرُاُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

(صحیح بخاری)

ترجمہ: ’’بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔‘‘

محترم بھائیو اور دوستو! ایک آیت میں نے پڑھ لی، ایک حدیث پڑھ لی۔ آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دِین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دِین پسند کیا۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ بہترین زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد کا ہے پھر اس کے بعد کا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ حجۃ الوداع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دِین کو مکمل کر دیا اور قیامت تک کے آنے والے حالات، قیامت تک کی آنے والی ضروریات سب کا حل دِین کی روشنی میں بتا دیا گیا لیکن اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حل قرآن پاک میں ہی ہے۔ قرآن پاک میں کہہ دیا گیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا یہ مطلب ہو گیا کہ قرآن پاک کی شکل میں صرف دِین مکمل ہو گیا لہٰذا جو بات قرآن پاک میں ہے وہ تو دِین ہے اور جو نہیں ہے وہ دِین نہیں ہے۔ یقیناً قرآن پاک کی شکل میں دِین مکمل ہو گیا لیکن اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک گنجائش چھوڑی، میں اس بات کی تشریح کروں

گا، آپ یہ نہ کہیں کہ اپنی بات آپ (Contradict) رَدکر رہا ہے، جب میں بات کو مکمل کروں گا پھر آپ کو پتہ چلے گا۔ یقیناً قرآن پاک کی شکل میں دِین مکمل کر دیا گیا لیکن ساتھ یہ فرمایا گیا:

وَ اَنزَلنَآ اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیھِم وَ لَعَلَّھُم یَتفَکَّرُونَ (النحل۔۴۴)

ترجمہ: ''اور آپؐ پر بھی یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپؐ ان پر ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (اُن میں) فکر کیا کریں۔''

تشریح کا اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تو لہٰذا دِین کی تکمیل قرآن پاک کی تشریح بصورت حدیث ہو کر ہے۔ حدیث کی تشریح جب ساتھ شامل ہو جائے گی تو تب اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم ہوگا۔ اس پر ہی اکتفا نہیں ہے لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیھِم ﴿تاکہ تُو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُتری ان کے واسطے﴾ یعنی قرآن پاک کی تُو جو تشریح کرے اور وہ تشریح حدیث کی شکل میں ان کے پاس ہو۔ تو یہ دوسری شِق آ گئی شریعت کی، قرآن کے بعد حدیث۔ وَ لَعَلَّھُم یَتَفَکَّرُونَ تاکہ یہ بھی غور وفکر کریں، آپؐ کی تشریح کے بعد بھی غور وفکر کی گنجائش چھوڑی گئی ہے وہ آپؐ کے بعد کے لوگ کریں گے۔ لہٰذا دُنیا کی جو اٹھانوے فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے وہ اہلِ سنت والجماعت ہیں، چار اماموں کو ماننے والے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ہے کہ آپؐ کی باتوں پر آپؐ کی تشریح کے بعد سب سے پہلا غور وفکر کا حق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملا ہے کیونکہ وہ آپؐ کے براہ راست شاگرد تھے، آپؐ سے براہ راست تشریح کو سنے ہوئے تھے اور اس تشریح کے لیے جو آپؐ نے عملی کام کیے ہوئے ہیں وہ ان کے سامنے تھے لہٰذا سب سے پہلا تشریح کا حق، سب سے پہلا بیان جو ہے، وہ صحابہ کرامؓ کا حق ہے۔ اس لیے جیسے قرآن ہے حدیث ہے ایک تیسری چیز ہے، شریعت میں اس کو کہتے ہیں آثار۔ آثار کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کے اقوال کو اور ان کے بیانات کو۔ تو آثار کی حیثیت بھی سنت کی ہے جس طرح حدیث کی حیثیت سنت کی ہے اس طرح آثار کی حیثیت بھی سنت کی ہے۔ اب جو حدیث شریف میں نے پڑھی

خَیرُ اُمَّتِی قَرنِی ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔''

یہ حدیث... تشریح کا اختیار آپؐ کے بعد کن کو ہے اس کا تعین کر رہی ہے۔ وہ مقرر کر کے ہمیں بتا رہی ہے تعین کر رہی ہے۔ اس میں فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ'' آپؐ کا زمانہ کونسا ہے؟...... جس وقت تک آپؐ اور آپؐ کے براہ راست شاگرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زندہ تھے، یہ خَیرُ اُمَّتِی قَرنِی آپؐ کا زمانہ ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آخری صحابی ہیں ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔تو قَرنِی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔علمائے کرام نے عجیب بحثیں کی ہوئی ہیں، کہتے ہیں قرنی میں چار خلفائے راشدین کا بھی تذکرہ آگیا ہے وہ ایسے کہ ہر لفظ میں ایک ایک خلیفہ کے نام کا آخری لفظ موجود ہے۔قرنی میں صدیق کا 'ق' ہے، اور عمر کا 'ر' ہے، عثمان کا 'ن' ہے اور علی کی 'ی' ہے۔واقعی ایک ترتیب تو عربی ہے ناں قرآن پاک کی، ایک ترتیب سریانی ہے۔سریانی میں ہر لفظ معنی دیتا ہے الحمد کے جو پانچ الفاظ ہیں (ا،ل،ح،م،د) 'ساری تعریفیں' عربی میں معنٰی بنتا ہے۔سریانی میں اس کو بیان کیا جائے تو ''ا'' کا جدا معنی ہے، ''ل'' کا جدا معنی ہے، ''ح'' کا جدا معنی ہے، ''م'' کا جدا معنی ہے ''د'' کا جدا معنی ہے، پورا ایک بیان ہے اس کے اندر۔تو یہ اختیار دے دیا گیا، بہترین زمانہ آپ ﷺ کا زمانہ اس کے بعد کونسا زمانہ؟ تابعین کا زمانہ جس میں وہ لوگ جنھوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی شاگردی اختیار کی یہ تابعین ہیں ﴿ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ﴾ پھر اس کے بعد کا دور، اس کے بعد کا دور تبع تابعین کا دور ہے، جنھوں نے تابعین کو دیکھا۔بس یہ تین خیر القرون تھے اس کے بعد کے ادوار کو خیر القرون نہیں کہا گیا، پھر اشخاص، لوگ تو اچھے آئے ہیں لیکن پورا دور خیر والا نہیں ہوا ہے۔یہ صرف صحابہ کرامؓ و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جو کہ مشتمل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور پر۔پھر تابعین کا دور ہے جس میں علاوہ اور تابعین کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔پھر اس کے بعد تبع تابعین کا دور ہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں۔

اب اجتہاد کی دو قسمیں ہیں۔ایک کو کہتے ہیں مطلق اجتہاد اور ایک کو کہتے ہیں اجتہادِ مطلق۔اس دن ہمارے میڈیکل کالج میں ایک دانشور کو بلایا گیا (Speech) یعنی تقریر کے لیے تو اس سے کسی نے اجتہاد کا سوال کیا۔اس بیچارے کو جواب دینے کے لئے بہت بھٹکنا پڑا۔بعد میں میں نے پروفیسر صاحبان سے کہا کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں ایک ہے مطلق اجتہاد اور ایک ہے اجتہادِ مطلق۔تو اگر ان سنیٹر صاحب اور دانشور صاحب کو یہ بات آتی ہوتی تو یہ جواب دے سکتے۔ان کو بنیاد ہی پتہ نہیں تھی۔بعض لوگ کہتے ہیں اجتہاد کا دروازہ بند ہے، بعض لوگ کہتے ہیں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوسکتا قیامت تک۔مطلق اجتہاد کا دروازہ تین ادوار کے بعد حدیث شریف کی روشنی میں بند ہو گیا ہے، اجتہادِ مطلق کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے۔کیا قیامت تک انسانوں پر نئے حالات نہیں آئیں گے؟ ......آئیں گے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں انتقالِ خون، اعضاء کا ٹرانسپلانٹ یہ چیزیں نہیں تھیں، یہ بعد میں آئی ہیں۔ایک تو ہے اجتہاد کی بنیادیں بیان کرنا، اجتہاد کی بنیادیں جو ہیں وہ تو ان چار اماموں نے بیان کی ہوئی ہیں۔لہٰذا وہ تو چار مکاتب فکر (سکولز آف تھاٹ) ہیں، یہ اتنا مشکل کام ہے کہ اس سلسلے میں چار

اماموں کی قربانیوں اور تکالیف کا جو اُنہوں نے اس کے لئے برداشت کیں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ہمارے کالج میں ایک دفعہ ایک آدمی کو بلایا گیا غالباً بعد میں اس نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا۔ ہمارے کالج والوں نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی بلایا تھا تو دانشور بنا ہوا تھا۔ دماغی لحاظ سے بے چین (Restles) آدمی معیارِ ذہانت پست (Low I.Q) اور دماغی بیماری کا تیار کیس (A Prone Case of Psychiatry)، تو اس سے کسی آدمی نے سوال کر لیا کہ آپ کس سکول آف تھاٹ سے بات کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں کسی سکول آف تھاٹ کو نہیں مانتا ہوں، میں خود ایک سکول آف تھاٹ ہوں۔ اس پروگرام میں مجھے بلایا تک نہیں تھا۔ میں نے بعد میں لوگوں سے کہا کہ اگر وہ کہہ رہا تھا کہ میں خود سکول آف تھاٹ ہوں تو پھر آپ اس سے یہ سوال کرتے کہ آپ خود سکول آف تھاٹ ہیں...اس کا تو مطلب یہ ہے کہ آپ کی اپنی ایک تفسیر ہوگی، آپ کی اپنی ایک بخاری و مسلم کی شرح ہوگی۔ تو وہ آپ کی کون کونسی کتابیں ہیں ان کے نام ہمیں بتادیں۔ آپ کی تفسیر کا کیا نام ہے؟ آپ کی بخاری و مسلم کی شرح کا کیا نام ہے؟ اور آپ کی فقہ پر کونسی کتاب ہے؟ تو پھر اس کو پتہ چلتا کہ اس بات کو کہنا کہ میں خود سکول آف تھاٹ ہوں کتنا مشکل کام ہے۔ اتنا آسان کام نہیں ہے یہ بہت مشکل کام ہے۔ ہر ایک آدمی نہیں کہہ سکتا کہ میں اتھارٹی (حجت) ہوں۔ جب اتھارٹی ہونے کا آپ کہیں گے تو آپ کو اس کا ثبوت دینا پڑے گا۔

جس وقت غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا نبوت کا تو اس زمانے میں ایک دوسرے آدمی عبداللطیف تیماپوری نے بھی دعویٰ کیا۔ دو آدمی خریدے گئے تھے، آدھے ہندوستان یعنی پنجاب، یو۔پی، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے لیے غلام احمد قادیانی کو خریدا گیا۔ جبکہ بنگال، بہار اور اس طرف کا جو علاقہ تھا اس کے لیے عبد اللطیف تیماپوری کو خریدا گیا تھا۔ اس علاقے کے لوگ بڑے ہوشیار سمجھدار تھے انھوں نے اس کا گھیراؤ کیا اور گھیراؤ کرنے کے بعد کہا کہ باہر نکلے تو اسی جگہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ تو اس نے کہا مجھ پر نئی وحی آئی ہے۔ کیا وحی آئی ہے؟ کہا **یاایھا النبیُّ** تیماپور میں رہیو، اے نبی تیماپور سے باہر نہ نکلو، مجھے بس یہ وحی آ گئی ہے۔ خیر وہ دھرنا مار کر بیٹھے ہوئے تھے، آخر جوں باہر نکلا تو اس کا خاتمہ کیا۔ اس کی روشنی میں پھر انگریزوں نے غلام احمد قادیانی کے لیے پوری منصوبہ بندی کر کے اس کی حفاظت کے سارے کام مکمل کر کے پھر اس کو میدان میں چھوڑا ہے تاکہ اس کے ساتھ بھی وہی رویہ نہ ہو۔ دعویٰ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ بحث تو بہت آسان چیز ہے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ گاؤں کے ایک لڑکے نے اعلان کیا کہ گاؤں کا جو پہاڑ ہے اس کو جمعے کے دن میں

اُٹھاؤں گا۔صبح سورج نکلنے کے وقت ساری بستی والے جمع ہو جائیں۔ سارے جب جمع ہو گئے تو اس نے چادر اُٹھا کر کندھے پر رکھی اور کہا کہ جتنے آئے ہوئے ہو سارے پہاڑ کو اُٹھا کر میرے کندھے پر رکھ دو پھر دیکھو کہ میں اُٹھاتا ہوں کہ نہیں اُٹھاتا۔اب قیامت تک انھوں نے اُٹھا نہیں سکنا تو کندھے پر کون رکھے۔تو بحث تو ایسی چیز ہے۔حق کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ منطقی حدُود اور تاریخی خطوط کے اندر بیان ہوتا ہے۔اور باطل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کو منطقی دلائل کے آگے لایا جائے اور تاریخی حقائق کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ لاجواب ہو جاتا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی اٹلی گئے ہوئے ہیں انھوں نے مجھے ای۔میل بھیجا کہ تم جو وہاں کہتے تھے کہ باطل حق کے دلائل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا، کہتے ہیں اٹلی کا ویٹ کن سٹی جو پاپائے روم اور کیتھولک رومنز کا بہت بڑا مرکز ہے، یہاں آکر ہم نے معلوم کیا کہ ہماری طرح اَن پڑھ آدمی کے سامنے یہ دلائل نہیں دے سکتے، لاجواب ہو جاتے ہیں تو ہمارے اہلِ علم کے آگے ان کا کیا حال ہوگا۔

تو خیر القرون وہ دور تھا جس دور میں کوئی بادشاہ، کوئی فرمانروا، کوئی اسلحہ، کوئی پھانسی کی سزا، کوئی کوڑوں کی سزا علمائے کرام کو متاثر نہیں کر سکی کہ وہ شریعت کو بدلیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا تو آسان ہے لیکن یہ وہ شخصیت ہیں جن کا خلیفہ منصور کے ساتھ ٹکراؤ ہوا، اس نے جیل میں ڈالا اور جیل میں ان کو زہر دے کر شہید کیا گیا ہے، ان کا جنازہ جیل سے نکلا لیکن وہ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دور بھی بنو عباس کا دور ہے، عباسی خلیفہ نے اِتنی پٹائی کی ہے کہ ان کے ہاتھوں کی ہڈیاں تک توڑی ہیں، نماز میں ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے تھے لیکن اپنے مؤقف سے ہٹا نہیں سکا۔ان کا فقہ لکھا گیا ہے مدینہ منورہ میں اور چلا ہے سپین میں کیونکہ سپین کی جو حکومت تھی بنی اُمیہ کی وہ ان کے معتقد تھے جبکہ بنی عباس مخالف تھے۔حکومتی لوگ اپنی باتیں منوانا چاہتے تھے اور وہ امامِ وقت تھے، تابعین میں سے تھے مانتے نہیں تھے۔جب عبدالرحمٰن الداخل نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو سپین میں بلائیں، سپین کے قاضی القضاء آپ ہوں، سپین کے شیخ الاسلام آپ ہوں، سپین میں بس انتظامی اُمور ہمارے پاس ہوں باقی سب آپ ہوں۔لیکن انھوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا، وہیں پر رہے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ آیا ہے مامون وغیرہ کے ساتھ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کوڑے مار مار کر شامت کی گئی ہے لیکن حکومت ان کو اپنے مؤقف سے نہیں ہٹا سکی۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کی اور مصر میں جا کر پناہ لی لیکن ان کی بات نہیں مانی۔بس یہاں پر خیر القرون آکر ختم ہو جاتا ہے۔

خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (صحیح بخاری)

خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ بہترین زمانہ میرا ہے جو کہ زمانہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، زمانہ ہے صحابہ کرامؓ کا ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ پھر اس کے بعد جو زمانہ ہے تابعین کا اور پہلے دو امام، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ تابعین ہیں ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ پھر تابعین کے بعد تیسرا دور ہے تبع تابعین کا جو خیر کا دور ہے، اس میں امام شافعیؒ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔ مطلق اجتہاد یہاں آکر ختم ہو گیا ہے۔ یعنی اجتہاد کی (Base lines) بنیادی اُصول قرآن و حدیث سے، آثار صحابہؓ سے بحث کر کے ان چار ائمہ مجتہدین نے فیصلہ کر کے کتابوں میں لکھ دیے ہیں، یہ تھا مطلق اجتہاد۔ اس کے بعد کوئی آدمی بھی فیصلہ کرتا ہے وہ مطلق اجتہاد نہیں کر رہا وہ اجتہاد کی دوسری قسم اجتہادِ مطلق کر رہا ہے۔ یعنی ان کی باتوں کی روشنی میں ان بنیادوں کو لے کر نئے مسئلے کو بیان کرتا ہے۔ لہٰذا اجتہادِ مطلق کا یہ اُصول ہے کہ اس کے لیے قرآن، احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوال ائمہ مجتہدین سے رہنمائی لے کر اس کو بیان کیا جائے گا۔ کوئی بھی آدمی اپنے ذمے اتنی بڑی ذمہ داری لینے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ خود کھڑا ہو کر ایک بات کو بیان کر دے۔ جو بھی خود کھڑا ہو کر بات کو بیان کرے تو یہ اپنے آپ کو بہت خطرے میں ڈال رہا ہے۔

میرے پاس ایک کیس آیا، ایک گاؤں میں ایک پروفیسر کی امام صاحب کے ساتھ مسجد میں لڑائی ہو گئی۔ امام صاحب نے کہا میں ھدایہ سے مسئلے کو بیان کر رہا ہوں، ھدایہ فقہ کی کتاب ہے۔ پروفیسر نے کہا پرے کرو ھدایہ کو میں بخاری شریف سے مسئلہ بیان کرتا ہوں۔ جو آدمی کہتا ہے میں خود براہ راست بخاری سے مسئلہ بیان کرتا ہوں یہ اس کی بیوقوفی کی بہت بڑی علامت ہے، یہ اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ بخاری کو نہ تو امام ابو حنیفہؒ سمجھا ہے اور نہ علامہ مرغینانیؒ جس نے لکھی ہے ھدایہ، اس کو بس میں سمجھا ہوں جو چودہ سو سال بعد رات کو جب سوتا ہوں تو صبح نماز کو بھی نہیں اُٹھ سکتا۔

آجکل بھی مثلاً ہسپتال میں کیس ہو جائے آدمی کی موت کا تو کیس پروفیسر، اسسوسیٹ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر اور رجسٹرار پانچ آدمیوں پر بنتا ہے۔ تو اب جو یہ کیس پلیڈ ہو گا تو ماہر کیا فیصلہ کرے گا؟ اگر تو انھوں نے اِن لائن پر علاج کیا ہوا ہے جو انٹرنیشنل لیول پر قابلِ قبول (Accepted) ہیں عالمی سطح پر جو منظور شدہ طریقہ (Accepted Regime) ہے، اگر اس پر انھوں نے علاج کیا ہوا ہے اور پھر آدمی کی موت ہوئی ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ مریض صحتمند ہونے والا نہیں تھا۔ ایک رجسٹرار صاحب کہے کہ اس کو تو میں نے

اپنے فکر خیال سے بہت اچھے علاج پر ڈالا تھا تو اس پر ڈیتھ کا کیس آئے گا کیونکہ اس نے شعبۂ صحت کے معیاری اِداروں اور شخصیات کی رائے کے خلاف اپنی رائے پر فیصلہ کیا۔ تو (Internationaly Recognized Regime) کو چھوڑ کر کسی ڈاکٹر صاحب نے بہت دانشوری کا ثبوت کیوں نہ دیا ہو، اس پر قتل کا کیس بنے گا، کیونکہ اس نے (Internationaly Recognized Regime) کو اختیار نہیں کیا۔ اس کو اختیار کرتا اور آدمی مرجاتا تو کوئی پرواہ نہیں تھی کیونکہ وہ ترتیب نوے فیصد کامیاب ہوتی رہی ہے دس فیصد وہاں پر فیل ہوتی ہے جہاں مریض فِٹ نہیں ہوتا۔ یہی ترتیب جو ہے وہ دِین کی تشریح میں بھی بیان ہوتی ہے۔ اس کا پہلا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، دوسرا حق صحابہ کرامؓ کو ہے تیسرا حق تابعین کو ہے چوتھا حق تبع تابعین کو ہے۔ بعد والے لوگوں کو ان چار ترتیبوں کو لے کر آگے چلنا ہوگا اپنی طرف سے نئی ترتیب کوئی نہیں قائم کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

——————★★★★★——————

مولانا بنوریؒ کا ٹی وی پر خطاب کرنے سے اِنکار:

اسلامی مشاورتی کونسل اسلام آباد میں بعض حضرات نے مولانا بنوریؒ سے فرمائش کی تھی کہ وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں۔ مولانا نے ریڈیو پر تو قبول کرلیا لیکن ٹی وی پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اور فرمایا: ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغِ دِین کے لئے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صَرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائیں ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مُراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دِین کی دعوت دیں، اور آدابِ تبلیغ کو پس پُشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کریں۔

(نقوشِ رفتگاں)

﴿سفر نامۂ مقدونیہ﴾ (قسط: ۵)

(ڈاکٹر قیصر علی)

اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوا۔ہمیں یونیورسٹی کی طرف سے جس ہوٹل میں رکھا گیا تھا اُس میں مزید پندرہ ممالک کے انجینئرز بھی رہائش پذیر تھے۔جن میں میرے علاوہ دو اور مسلمان تھے۔ایک البانوی انجینئر ''ایرالڈ کرلوکو'' (Erald Kerluko) اور ایک بوسنیائی خاتون انجینئر ''شیلا کوچ'' تھی۔رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے یونیورسٹی کی سیکریٹری ہوٹل کے مینجر سے ملنے کے لیے آئی اور اسے بتایا کہ رمضان میں ہمارے کھانے کے اوقات کا خاص خیال رکھا جائے۔افطاری سے تو یہ لوگ باخبر تھے لیکن سحری میں رات کو ۴:۰۰ بجے اُٹھ کر کھانا ان کے لیے ایک عجیب بات تھی۔بہر حال ہمیں بتایا گیا کہ آپ لوگ جس وقت بھی رات کو اُٹھ کر کچھ کھانا چاہتے ہوں تو کچن میں جا کر کھا لیا کریں۔رات کی ڈیوٹی پر موجود استقبالیہ (Reception) کا آدمی بھی آپ لوگوں کی مدد کر لیا کرے گا۔مجھے اپنے ابتدائی چند دنوں میں معلوم ہو گیا تھا کہ ہوٹل کی خاتون باورچی ناشتے کی تیاری کے دوران انڈے اور خنزیر کے گوشت سے تیارہ کردہ رول تلنے کیلئے ایک ہی فرائی پان استعمال کرتی ہے۔حتیٰ کہ ٹوسٹ بھی اُسی میں گرم کرتی ہے۔لہٰذا میں نے اُسی وقت سے انڈا کھانا بند کر لیا تھا اور گوشت بھی بغیر گرم کئے ہوئے کھاتا۔روٹی نہ ملنے کی وجہ سے دوپہر اور شام کو بھی ٹوسٹ اور سبزی چاول کھا لیتا تھا۔رمضان میں جس طرح اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اِسی طرح کھانے پینے کی چیزوں میں بھی فراخی ہو جاتی ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی آسانی پیدا کر دی۔وہ یوں کہ بھائی سیف اللہ کی وساطت سے ایک قصاب تک رسائی ہوئی۔پورے سکوپیہ شہر میں غالباً یہ واحد مسلمان قصاب تھا جس کے پاس حلال گوشت ملتا تھا۔اسی طرح سے ایک دُکاندار بھی مل گیا، جو ترکی سے حلال مرغیاں منگوا کر بیچتا تھا۔میں نے پہلے روزے کو ہی ان سے گائے اور مرغی کا گوشت خرید لیا۔

البانوی مسلمان انجینئر نے تو پہلے ہی دِن کہہ دیا کہ مسافر ہونے کی وجہ سے میں روزے نہیں رکھوں گا، البتہ بوسنیائی خاتون بہت پرعزم نکلی۔اُس نے نہ صرف رمضان کے پورے روزے رکھے بلکہ مجھے بتایا کہ پوری بیس رکعت تراویح بھی پڑھتی ہوں۔یہ بھی بتایا کہ کافی سالوں سے پیر اور جمعرات کے دن باقاعدگی سے روزے رکھتی ہوں۔انکو جب معلوم ہوا کہ میں نے اپنے لئے حلال گوشت خرید لیا ہے تو مجھے پیسے دے کر کہنے لگی کہ مجھے بھی اپنے کھانے میں سے دیا کریں، پیسے تو میں نے نہیں لیے لیکن باورچی سے میں نے کہہ دیا کہ میرے کھانے سے ان کو بھی

دیا کریں۔

مجھے اس بوسنیائی خاتون کی دورُخی شخصیت پر بڑی حیرانی ہوئی، ایک طرف نہایت عبادت گزار، جہاد کے جذبے سے معمور اور اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار اور دوسری طرف نہایت بیباکی اور بے پردگی کا مظاہرہ۔ میں نے اپنے حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ سے کئی مرتبہ یہ بات سنی تھی کہ بوسنیا کی سکرٹ پہنی ہوئی خاتون جو اپنی جان پر کھیل جاتی ہے لیکن دِین اسلام سے اپنا رشتہ ختم کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ **النبی اولی بالمومنین من انفسھم** (یعنی مومنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانوں سے زیادہ عزیز ہے) میں داخل ہیں اس کا عملی مظاہرہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اس خاتون کے والد صاحب شام میں ملازم تھے اور ان کا پورا خاندان ۲۰ سال سے شام میں رہ رہا تھا، یہ خاتون کٹر حنفی تھی اور وہابیوں کے ساتھ سخت رویہ رکھتی تھی، (مجھے باوثوق ذرائع سے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ دُنیائے اسلام میں اس وقت تقریباً ۷۰ فیصد کے لگ بھگ لوگ حنفی ہیں اور باقی ۲۵ فیصد مالکی، حنبلی، اور شافعی ہیں۔ ۵ فیصد میں پھر باقی سب فرقے ہیں، جس میں سے اہلحدیث بھی ہیں)۔ اس خاتون سے دو اور عجیب معلومات حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ شام میں ایک فرقہ ہے جس کو ''دروز'' کہتے ہیں۔ یہ لوگ شعیب علیہ السلام کو اپنا نبی مانتے ہیں اور بڑے خفیہ اور پُر اسرار طریقے سے اپنا دِین پھیلاتے ہیں۔ دمشق میں یہ لوگ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں، اور انکی اکثریت حکومت میں اہم عہدوں پر براجمان ہیں۔

دوسری یہ کہ شام کے آئین میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ غیر سُنی شام کا صدر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حلف اُٹھاتے وقت صدر کو اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں سُنی مسلمان ہوں، اس لیے شام کا صدر عقیدے کے لحاظ سے کچھ بھی ہو عوام کے سامنے اپنے آپ کو سُنی مسلمان کہتا ہے۔ (یہاں اس بات کا ذِکر ضروری ہے کہ انتہائی مجبوری اور ضرورت کے وقت آنکھوں کی حفاظت کرتے ہوئے یعنی عورت کی طرف نہ دیکھتے ہوئے نامحرم عورت سے سوال وجواب کی گنجائش شریعت مطہرہ میں موجود ہے)۔

بھائی سیف اللہ کی وساطت سے پتہ چلا کہ پورے مقدونیہ میں کہیں بھی تراویح میں قرآن نہیں سنایا جاتا، باوجود اس کے کہ حفاظ کی کوئی کمی نہیں۔ میں نے انتہائی کوشش کی کہ کچھ ساتھیوں کو جمع کر کے اس سُنت کو زندہ کریں۔ حافظ کا بھی انتظام ہوجاتا لیکن ساتھی تیار نہ ہوسکے۔ مختصر تراویح بھی ایسے پڑھی جاتی ہے کہ بعض رکعتوں میں محض ایک چھوٹی آیت پڑھ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ مجھے تو اس سے بڑی پریشانی ہوئی لیکن مقامی ساتھیوں کو کوئی زیادہ فکر نہیں تھی۔ میرے استفسار پر بتایا کہ ہم مجبور ہیں، مقامی ائمہ صاحبان ہماری بات نہیں مانتے۔ میں نے کہا کہ یہاں

کے علماء سے بات کرتے ہیں لیکن یہ لوگ راضی نہ ہوئے۔ان ہی دِنوں میں فرانس سے ایک تبلیغی جماعت آئی ،جس میں دو ''مالکی'' علماء تھے، میں نے جب اُن سے یہ مسئلہ پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ دوسرے مذاہب کے ائمہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک چھوٹی آیت ملانے سے بھی نماز ہوجاتی ہے۔گو کہ حنفیوں کیلئے سورۃ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایسا نہ کرنے والے کی نماز ناقص ہوجاتی ہے۔

رمضان میں میرا معمول کچھ اس طرح ہوتا کہ ۴ بجے سحری کے لیے اُٹھ کر خود اپنے لیے ناشتہ تیار کرتا، استقبالیہ پر موجود خاتون کچن میں آکر بڑے غور سے مجھے دیکھتی، چند دِنوں کے بعد ایک دن جب میں سحری تیار کرنے کے لیے کچن چلا گیا تو دیکھا کہ ناشتہ تیار ہے، خاتون فوراً بولی کہ آج میں نے آپ کے لیے ناشتہ تیار کیا ہے۔اس سے پہلے کہ میں مزید پوچھ گچھ کرتا، اُس نے کہا دیکھو پہلے میں نے تین مرتبہ فرائی پان دھویا، پھر انڈا بھی دھویا اور پھر پلیٹ اور کپ بھی اسی طرح دھولئے۔اور اُس کے بعد آپ کے لیے ناشتہ تیار کیا، کیوں میں نے ٹھیک کیا ہے ناں؟ میں نے کہا ہاں۔میں نے کہا کہ میں اس لیے اس طرح کرتا ہوں کہ یہی برتن خنزیر کے گوشت اور شراب یا اس سے بنی ہوئی چیزوں میں استعمال ہوتے ہیں، تو اُس نے کہا اچھا اب میں سمجھ گئی کہ آپ کیوں اس طرح کرتے ہیں۔پھر پوچھنے لگی کہ آپ کس طرح ۴ بجے اُٹھ جاتے ہیں اس وقت تو بہت سخت نیند آتی ہے اور پھر ناشتہ تیار کر کے کھانا یہ تو بہت مشکل کام ہے۔میں نے کہا آپ بھی تو ڈیوٹی کرتی ہیں کہنے لگی مجھے تو پیسے ملتے ہیں، تو میں نے کہا جتنا یقین آپ کو اس ڈیوٹی کے بدلے پیسے ملنے پر ہے اس سے زیادہ یقین مسلمان کو اس چیز کا ہوتا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارے گا تو اس کے بدلے میں اُس کو جنت ملے گی، کہنے لگی اگر ایسی بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

افطاری کرنے کے فوراً بعد میں تراویح پڑھنے کے لیے جاتا، تراویح سے فارغ ہوکر بھائی سیف اللہ کی دُکان پر تھوڑی دیر بیٹھ جاتے، وہاں دوسرے ساتھی بھی آجاتے اور اُن کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کر کے میں واپس اپنے ہوٹل آتا۔ایک دن بھائی سیف اللہ کی دُکان میں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی، اُس نے خود ہی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں پہلے عیسائی تھا اور میرا نام جوزف تھا، پھر میں مسلمان ہوگیا اور اب میرا نام عدن ہے، یہ میری بیوی ہے، اس کا نام مدینہ (Madina) ہے۔میں نے پوچھا کہ آپ کیسے مسلمان ہوئے؟ تو اس نے بتایا کہ میں بہت سخت بیمار ہوگیا تھا، بیماری کے دوران مجھے ایک مسلمان دوست نے رمضان شریف اور شب قدر کے فضائل سنائے، اور کہا کہ شب قدر کو جو بھی دُعاء کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ شب قدر ستائیس رمضان المبارک کی رات کو ہوا کرتی ہے، میں اس رات کا انتظار کرتا رہا، اور جب یہ رات آئی، تو

میں نے ساری رات جاگ کر گزاری اور یوں دُعاء کی ''اے مسلمانوں کے اللہ! اگر آج رات مجھے شفاء ہو جائے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کو برحق سمجھ کر اس کو قبول کرلوں گا۔ میں صبح اُٹھا تو میں مکمل طور پر صحت مند تھا، ڈاکٹر صاحبان، میرے والدین اور سب لوگ حیران تھے۔ میں نے اُنھیں سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو میری ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ والدین نے مجھے کہا کہ گر تم مسلمان ہو گئے تو ہم تمھیں گھر سے نکال دیں گے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھایا اور مسلمان ہو گیا۔

ایک رات جب میں تراویح کے لیے اپنے ہوٹل سے نکلنے لگا تو ہمارے ہوٹل میں رہنے والے ایک ۶۰ سالہ جاپانی انجینئر نے مجھے کہا کہ آج مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، راستے میں میں نے اُسے دِین اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں یہ تو بہت اچھا ہے لیکن جہاں تک میں مسلمانوں کو دیکھتا سنتا ہوں تو یا تو اُن کا یہ مذہب نہیں ہے یا پھر آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ خیر جاپانی بابا نے میرے ساتھ مسجد جا کر نہ صرف نماز کے دوران پورا اُٹھنا بیٹھنا کیا بلکہ تراویح کی بیس رکعت میں بھی شامل ہوئے۔ بعد میں کہنے لگے کہ دل کو بہت سکون ملا۔ کہتا تھا کہ میری نانی بھی کوئی مذہبی کتاب پڑھتی تھی۔ جب میں اُس سے پوچھتا کہ یہ آپ کیوں پڑھتی ہیں تو جواب دیتی کیونکہ پڑوسی بھی اس کو پڑھتے ہیں (Because the neighbours also do like this.) اُس رات کو میں نے اپنے مسلمان ہونے پر اللہ کا بہت شکر ادا کیا کہ دَلائل سے کسی کو مسلمان بنانا کتنا مشکل کام ہے۔

ایک عیسائی نوجوان انجینئر جو آرمینیا کا رہنے والا تھا اُس کو بھی میں نے اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگا ہمارے ملک کے ایک طرف تُرکی ہے اور دوسری طرف آزر بائیجان۔ اور دونوں مسلمان ممالک نے ہمارے ملک کے بعض حصوں پر قبضہ کیا ہوا ہے لہٰذا بچپن ہی سے میرا مسلمانوں کے بارے میں اچھا تاثر نہیں ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں آپکی دعوت پر ضرور غور کرتا۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ اُس وقت خوش تھے جب آپ کا ملک روسیوں کے قبضہ میں تھا یا ابھی خوش ہیں۔ تو کہنے لگا، قیصر صاحب خوشی آزادی کا نام ہے، آزادی نہ ہو تو خوشی کیسی! اُس وقت ہمارے پاس سب کچھ تھا لیکن ہم غلاموں بلکہ جانوروں جیسی زندگی گزراتے تھے۔ رُوسیوں کے خفیہ پولیس والے کسی بھی وقت کسی بھی بندے کو اُٹھا سکتے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اُس کے بارے میں پوچھ سکے۔ ہم محنت کرتے اور ماسکو اُس کا پھل کھاتا، آج ہم غریب سہی لیکن ہم انسانوں جیسی زندگی گزار رہے ہیں ہم اس میں بہت خوش ہیں۔

تراویح پڑھ کر میں اکثر ٹیکسی میں واپس ہوتا، جیسا کہ پہلے ذِکر ہوا تھا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے

علاقے الگ الگ ہیں، اس لیے مسلمانوں کے علاقے میں ٹیکسی والے بھی مسلمان تھے۔ ایک ٹیکسی والے سے میری دوستی ہوگئی، ایک روز اُس نے میری دعوت کی اور مجھے ایک ہوٹل میں لے گیا، ہوٹل کے عملے میں دو پوری داڑھی والے نوجوان دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ایک نوجوان میرے قریب آیا اور صاف انگریزی میں اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا کہ میں ہوٹل کا مالک ہوں، میں پہلے انگلینڈ میں (Pizza) پیزا بیچنے کا کاروبار کرتا تھا، پچھلے دو سالوں سے یہیں اپنا چھوٹا سا ہوٹل چلا رہا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کیا کھائیں گے؟ میں نے کہا کہ مجھے گندم کی روٹی اور تھوڑا سا سالن دے دو۔ کہنے لگا گندم کی روٹی تو نہیں ہوگی لیکن میں آپ کے لیے ایسا پیزا بناؤں گا کہ آپ کو پسند آئے گا۔ پھر کہنے لگا پیزا میں گوشت کونسا ڈالوں میں نے کہا اگر حلال ہو تو کوئی بھی ڈال دو۔ کہنے لگا یہاں تو کوئی ذبح نہیں کرتا کہ میں آپ سے کہوں کہ حلال ہے بس وہی گوشت ہے جو یہاں عام لوگ استعمال کرتے ہیں، اور اس کے بارے میں ہمارے علماء کا فتویٰ ہے کہ یہ حلال ہے، اس لیے ہم تو استعمال کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں پھر میرے لیے مچھلی کا گوشت ڈال دیں، اُس نے مجھے قائل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ سیف اللہ اور اُس کا ایک دوست بھی ہوٹل پہنچ گئے، مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم آپ ہی کو ڈھونڈ رہے تھے، سیف اللہ نے اپنے دوست کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ عالمگیر ہے اور یہ یہاں مسلمانوں کے قومی رہنماؤں میں سے ایک ہے، بڑا غیرتی اور جوانمرد ہے، میں نے اُسکے حلیے پر نظر ڈالی، درمیانے قد اور گٹھے ہوئے مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہنے لگا کہ میں کوئی قومی رہنما نہیں ہوں، میں بلقان کا مجاہد ہوں۔ یہ عیسائی لوگ مجھے غنڈہ اور بدمعاش کہتے ہیں، پولیس ہر وقت میرا پیچھا کرتی رہتی ہے لیکن میں کسی سے ڈرتا نہیں۔ میں مظلوم مسلمان کا ساتھی ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان عیسائی سربوں کی پٹائی کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، یہاں آپ کے کسی دفتر میں یا کسی پولیس والے یا اسمبلی کے ممبر یا وزیر کے پاس کوئی کام ہوا تو انہیں صرف میرا نام بتا دینا، پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ کیسے آپ کا کام نہیں کرتے، ہماری باتوں کے درمیان ہوٹل کا مالک بھی شامل ہوا اور پھر باتیں بین الاقوامی مسائل اور پتہ نہیں کہاں کہاں پہنچ گئیں۔

نہ صرف اس موقع پر بلکہ کئی اور مواقع پر اس بات سے خوشی بھی ہوئی اور حیرانی بھی کہ یہ لوگ پاکستان کو اتنی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جتنا کہ ہم عرب ممالک کو بھی نہیں دیکھتے۔ عام طور پر ساری دُنیا کے مسلمانوں کی نظر میں پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے جو کفر کو جواب دے سکتا ہے اور جو کفر اور اسلام کے آخری معرکہ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ بہت سوں کی نظر میں یہ اُن کے لیے آخری جائے پناہ بھی ہے، ہم کتابوں میں پڑھتے تھے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے صرف کتابی بات نہیں۔ ایک دفعہ میں سیف اللہ کے ساتھ ماہانہ تبلیغی جوڑ میں چلا گیا، وہاں جوڑ میں دو تین نوجوان چار ماہ کا اِرادہ رکھتے تھے، کچھ ساتھیوں نے بتایا

کہ آج کل پاکستان کا ویزہ ملنا بہت مشکل ہے اس لیے مشورہ یہ ہوا کہ یہ لوگ فرانس اور انگلینڈ میں وقت لگائیں، یا پھر انڈیا اور بنگلہ دیش چلے جائیں۔ان نوجوانوں کو اس بات سے بہت مایوسی ہوئی، کہنے لگے اگر چار ماہ میں رائے ونڈ بھی نہ گئے تو اس چار ماہ کا ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔یعنی یہ لوگ اس طرح بات کررہے تھے جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر آکسفورڈ سے نہ پڑھا تو پھر کیا فائدہ۔ رائے ونڈ ان لوگوں کے لیے آکسفورڈ اور ہاورڈ کے درجے میں ہے، اور پاکستان ان کے لیے تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ مجھے بہت حسرت سے کہتے تھے کہ آپ لوگ تو بڑے خوش قسمت ہیں جس وقت چاہتے ہیں رائے ونڈ چلے جاتے ہیں، تو یہ ہیں خیالات ان لوگوں کے پاکستان کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ملک کی قدر نصیب فرمائیں۔

رمضان کے آخری عشرے میں مدینہ مسجد کے اعتکاف کی یاد ستائی تو تبلیغی ساتھیوں سے پوچھا کہ کوئی ایسی مسجد ہو جس میں اعتکاف کرلوں، معلوم ہوا کہ یہاں حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی کو مسجد میں رات گزارنے کی اجازت نہیں۔ بہر حال میں معلومات کرتا رہا اور بالکل آخیر میں عید سے تین دن پہلے پتہ چلا کہ جامع مسجد سلطان مراد میں چند لوگ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں بھی اپنا بوریا بستر لیکر مسجد چلا گیا، وہاں دیکھا کہ تین نوجوان جن کی عمریں ۲۰، ۲۲ سال ہوں گی، مسجد کی گیلری میں بیٹھے تلاوت کررہے تھے، میں بھی بیٹھ گیا، کافی دیر بعد وہ میرے قریب آئے، جب میں نے اُنھیں اپنا تعارف کرایا اور یہ بھی بتایا کہ میں اعتکاف کے لیے آیا ہوں تو بہت خوش ہوئے۔اُن کے چہرے مہرے اور باتوں سے مجھے اندازہ ہوا کہ اہلحدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد میں نے تو جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پوری کیں، اور ان لوگوں نے چند رکعت پڑھ کر چھٹی کرلی۔ تراویح کے بعد یہ لوگ تلاوت کرنے لگے، میں بھی تلاوت کرنے بیٹھ گیا، کوئی بارہ بجے کے قریب دیکھا کہ کافی سارے لوگ تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ مسجد میں اکٹھے ہوئے۔ ہمارے اعتکاف کے ساتھیوں میں سے ایک مجھے کہنے لگا کہ ہم قیام الیل پڑھیں گے، اگر آپ ہمارے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں تو آجائیں، میں بھی شامل ہوا، دیکھا کہ امام صاحب جیب سے قرآن مجید نکال کر پڑھنے لگا جسے سجدہ کرتے وقت وہ اپنے سامنے رکھے ہوئے رحل پر میں رکھ لیتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ چلو میری نماز نہیں ہوتی، تو قرآن سننے کا ثواب ہوجائے گا، ویسے بھی میں نے بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھ لیے تھے۔ اُنھوں نے آٹھ رکعت تراویح اور اس کے بعد تین رکعت وتر ایسے پڑھ لیے کہ دو رکعت پر سلام پھیرا اور تیسری رکعت کے لئے الگ نیت باندھ لی۔ مجھے اس چیز کا اندازہ نہیں تھا لہٰذا میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوا۔ ہر دو رکعت

کے بعد ایک آدمی آتا اور بیان کرتا، بیان البانوی زبان میں ہوتا لہٰذا میں کچھ سمجھنے سے معذور تھا، درمیان میں اور بھی وقفے ہوتے۔

وقفوں کے دوران میں نے ایک جاننے والے کو دیکھا جس سے میری پہلی کئی ملاقاتیں ہوچکی تھیں، یہ آدمی پہلے تبلیغ والوں کے ساتھ تھا اور بعد میں اہلحدیث ہو گیا تھا اور اب انکا زبردست مبلغ تھا۔ سیف اللہ کا سخت مخالف تھا، اور یہ کافی کوشش کرتا رہا کہ مجھے اُس سے بدظن کرے، اس نے مجھے بھی بڑے زور و شور سے اہلحدیث بننے کی دعوت دی۔ جب نماز ختم ہوئی تو اس آدمی نے باقی ساتھیوں سے کہا کہ آج ہمارے ساتھ پاکستان سے آئے ہوئے ایک دوست بھی نماز میں شامل ہوئے، آئیں ہم ان سے پاکستان اور اسلام کے بارے میں ان کے خیالات سنیں۔ اس آدمی کو بہت اچھی انگریزی آتی تھی، میں نے اُسے کہا کہ میں انگریزی میں بات کروں گا لیکن میری باتیں ساری کی ساری ترجمہ کر کے ان کو سنانا، درمیان میں کوئی بات چھوڑنا نہیں۔ ہمارے سلسلہ کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بات دل میں ڈال دی، میں نے کہا چونکہ وقت بہت کم ہے صرف دو باتیں کروں گا، ان کو دو پیغام سمجھ لیں۔ پہلا یہ کہ میری معلومات کے مطابق دُنیائے اسلام میں ۷۰ فیصد کے لگ بھگ حنفی ہیں آپ لوگ تو بہت اچھے ہیں لیکن ہمارے پاکستان کے کچھ ناسمجھ اہلحدیث حنفیوں پر کفر کے فتوے تک لگاتے ہیں اور یہ اپنی ساری توانائیاں حنفیوں کو اہلحدیث بنانے میں صرف کرتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں دُنیا میں تمام لوگ اپنی تعداد بڑھانے کی فکر میں ہوتے ہیں جبکہ ہمارے یہ اہلحدیث ساتھی ۷۰ فیصد مسلمانوں کو دُنیائے اسلام سے خارج کر کے فائدہ کر رہے ہیں یا نقصان؟ اگر جھگڑا تقلید میں ہے تو تقلید تو سبھی کرتے ہیں ہمارے ہاں اہلحدیثوں میں آئے دِن کوئی نیا فرقہ بن جاتا ہے، جسکی وجہ یہی ہے کہ وہ کبھی ایک عالم کے پیچھے جاتے ہیں تو کبھی دوسرے کے پیچھے (مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مقدونیہ میں بھی یہ لوگ کافی گروپوں میں بٹ چکے ہیں)، لہٰذا میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے پاکستانی اہلحدیث بھائیوں کو سمجھائیں کہ وہ حنفیوں کو کافر کہنے اور انکو اہلحدیث بنانے کی بجائے اپنی توانائیاں اور دِینی کاموں میں لگائیں۔

دوسرا یہ کہ ہمارے ہاں اہلحدیث تبلیغ والوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ جہاد کے مخالف ہیں، آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو مسلمان قرآن پڑھتا ہو وہ جہاد کا کیسے مخالف ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ اپنے مخصوص حالات کی بناء پر اس کے اکابر ایسے بیانات سے احتراز کرتے ہیں ورنہ اُن کا کام باہر دُنیا میں بند ہوسکتا ہے، اگر ان میں موجود کچھ ناسمجھ اپنی طرف سے ایسی باتیں کریں جو جہاد کے مخالف ہوں تو یہ بے قاعدگیاں ہر جگہ ہوسکتی ہیں، اہلحدیث میں سے بھی بعض لوگ بعض باتوں کو غلط سلط بیان کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کے اکابر جہاد کیوں نہیں کرتے تو

یہی الزام اہلحدیث پر تبلیغ کا کام نہ کرنے کے بارے میں لگ سکتا ہے۔ اگر ہم یوں سمجھیں کہ ایک کام تو اہلحدیث کر رہے ہیں، اور ایک کام تبلیغ والے تو جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ کیا ہمارے پاس اکٹھا رہنے اور متحد رہنے کے لیے ان باتوں سے زیادہ قوی اور مضبوط بنیادیں نہیں ہیں؟ کیا ہم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک قرآن کو ماننے والے نہیں؟ تو پھر ہم کیوں غیر اہم اور چھوٹے موٹے اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالیں۔ اور ایسا کر کے ہم کس کو مضبوط اور کس کو کمزور کر رہے ہیں؟ باتیں ختم کرنے کے بعد مجھے سامعین کے چہروں کے تاثرات سے اندازہ ہوا کہ ترجمان نے ترجمے کا حق ادا کر دیا تھا، کیونکہ عوام کے چہروں پر سکون واطمینان کے تاثرات مجھے صاف نظر آ رہے تھے۔ عوام میں سے کئی ایک مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور بڑی دیر خوشگوار ماحول میں سوال وجواب کرتے رہے، البتہ اُن کے لیڈر کچھ زیادہ خوش دِکھائی نہیں دے رہے تھے۔

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ سلطان مراد مقدونیہ کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے اللہ تعالیٰ نے صبح اس مسجد میں امامت کرنے کی توفیق بھی عطاء فرمائی۔ اس مسجد میں ایک بہت بڑا مینار ہے جس سے پورا سکوپیہ شہر نظر آتا ہے، تُرکوں نے اپنی دورِ خلافت میں تمام خوب صورت جگہوں پر مساجد ومدارس یا اپنے دفاتر اور رہائشی مکانات وغیرہ بنائے تھے۔ مسجد کے قریب ہی ایک محلّہ ہے جس کا نام محلّہ غازی بابا ہے، مسجد میں کئی قبریں ہیں جن میں سکوپیہ شہر کے گورنر، قاضی اور اُن کی بیگمات کی قبریں بھی ہیں، مسجد کے اُوپر ۱۴۵۳ء سنِ تکمیل لکھا ہوا تھی۔

عید کے دِن میں نے اسی مسجد میں نمازِ عید ادا کی، دیارِ غیر میں عید کا دِن گزارنے کا میرا یہ پہلا تجربہ تھا۔ عید کے دِن بہت سخت بارش ہو رہی تھی لہٰذا میں مسجد کے برآمدے میں بیٹھ کر لوگوں کو گلے ملتے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ میرا ترجمان دوست بھی اُدھر ہی تھا، اُس نے مجھے گھر پہ کھانے کی دعوت دی۔ عید کے دِن یہاں ''بُکلاوہ'' (ایک خاص قسم کا حلوہ) بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے، اس لیے اُس نے ساتھ بکلاوہ کھلانے کی بھی دعوت دی۔ محلّہ غازی بابا کے قریب ہی ان کا چھوٹا سا گھر تھا جس میں یہ صاحب، اس کی بیوی، اسکا دوسرا بھائی، اسکی بیوی اور انکی ماں رہتے تھے۔ ان کے والد صاحب فوت ہو چکے تھے۔ یہ صاحب بے روزگار تھے اور اس کو حکومت کی طرف سے تقریباً ۳۰۰۰/ روپے پاکستانی کے برابر بے روزگاری الاؤنس مل رہا تھا، اس کا دوسرا بھائی کسی یورپی ملک میں ملازمت کر رہا تھا لیکن ان دنوں چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ بکلاوہ تو میں نے کھا لیا لیکن کھانا کھانے سے میں نے معذرت کر لی کیونکہ اُن کے ہاں بھی وہی گوشت تھا جو عام دُکانوں میں ملتا ہے اور جس کو عام لوگ کھاتے ہیں، سیف اللہ نے مجھے کہہ دیا تھا کہ یہ گوشت حلال نہیں ہوتا۔

رات کو ہمارے عیسائی پروفیسر ڈرگی نے میری دعوت کی تھی اور اس کے لیے وہ ایک دِن پہلے ہی اُس قصاب سے گوشت لے کے گیا تھا، جس سے میں گوشت خریدتا تھا۔ جناب ڈرگی صاحب نے ایک چینی، ایک فلپائنی اور ایک رُوسی دوست کو بھی مدعو کیا تھا۔ ڈرگی صاحب کا ایک چھوٹا سا گھر تھا جس میں آدھا گھر لاؤنج پر مشتمل تھا اور باقی آدھے گھر میں تین چھوٹے چھوٹے کمرے تھے، دو میں اُس کے بچے اور ایک میں ڈرگی اور اُس کی بیوی رہ رہی تھی۔ ڈرگی کی بیوی بھی انجینئر تھی اور موٹروے پر کام کرتی تھی، اس کا بیٹا 'میلان' دسویں جماعت میں اور بیٹی 'ماریہ' ساتویں جماعت میں پڑھتی تھی، اس کی والدہ ان کے آبائی باغ میں واقع ایک الگ تھلگ کمرے میں رہتی تھی۔ ایک دفعہ جب میں ڈرگی کے ساتھ اُس سے ملنے گیا تو میں نے پوچھا یہ ڈرگی تو تمھیں اپنے گھر میں نہیں رکھتا کیا پھر بھی تم اس سے پیار کرتی ہو؟ تو اُس نے ڈرگی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اور اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا کہ اس کے علاوہ میرا دُنیا میں کون ہے یہ جیسا بھی ہے میری اولاد ہے۔ میں نے دل میں سوچا ماں جہاں کی بھی ہو، ماں آخر ماں ہوتی ہے، چاہے وہ یورپ میں ہو، چاہے ایشیاء میں۔ بہرکیف ڈرگی نے ہماری مہمان نوازی شروع کی، ان کے ہاں کھانا کھانے میں تقریباً تین گھنٹے لگتے ہیں، پہلے شراب کا دور چلتا ہے، پھر سُوپ، اس کے بعد سلاد اور کسی قسم کی ترش چٹنیاں اور آخر میں مین ڈش (Main Dish) ہوتی ہے۔ یہ لوگ بینز کا بے حد استعمال کرتے ہیں، شراب کی بُو سے میرے سر میں سخت درد ہونے لگا۔ اور میں انتہائی زور لگا کر متلی روکنے کی کوشش کر رہا تھا، باوجود سخت بھوک لگنے کے چاول کے چند لقمے کھانے کے علاوہ کچھ نہ کھا سکا، تقریباً ایک بجے یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ جب ہم ڈرگی کے گھر سے نکل رہے تھے تو اُس کے بچے کلب جانے کی تیاری کر رہے تھے، میں نے ڈرگی سے پوچھا کہ یہ لوگ اس وقت کلب جائیں گے؟ تو اس نے کہا 'ہاں'، کل ان کی چھٹی ہے لہٰذا یہ اب جا کر ۲ بجے کے قریب واپس آئیں گے۔ ڈرگی کی بیوی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا پاکستان میں بھی لوگ اس طرح کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ نہیں، لڑکیاں تو چھوڑیں ہمارے ہاں تو لڑکے بھی ۱۰ بجے کے بعد گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے، تو بڑی حیران ہوئی اور کہنے لگی آپ لوگ اچھا کرتے ہیں، کاش!! ہمارے بچے بھی ہمارا کہنا مانتے۔ عید کے چھ دِن بعد ہماری مقدونیہ سے روانگی تھی، عین روانگی کے دِن ہمارے ہوٹل میں کپڑے دھونے والی عورت ہوٹل کے منیجر سمیت میرے کمرے میں آئی، منیجر نے مجھے کہا کہ یہ عورت آپ سے کچھ مانگ رہی ہے میں نے کہا کیا مانگتی ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ کہتی ہے کہ مجھے وہ سفید جوڑا دے دیں جو آپ جمعے کے دِن نماز کے لیے پہنتے تھے۔ میں نے کہا کیوں؟ تو اُس نے جواب دیا کہ اس کی برکت سے میں God یعنی اللہ تعالیٰ سے دُعاء کروں گی اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دُعا قبول کرے گا۔

(باقی آئندہ)

﴾مجالسِ حرم﴿

(جناب انجینئر عبدالمنان عبدالرزاق صاحب مدظلہٗ)

مكة المكرمه

(اسمِ اعظم)

اللّٰہ کے ان ننانوے ناموں میں ایک نام پوشیدہ ہے اور وہی اسم اعظم ہے (حصن حصین)، جن کو پڑھ کر جس مقصد کے لئے دُعاء کی جائے تو قبول ہوتی ہے (ترمذی، حاکم)، اور جو شخص ان اسماء کے ذریعے دُعاء کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی، یعنی یہ وہ اسماء ہیں جن کا یاد کرنا جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ بالکل یگانہ و یکتا ہے اور اسے اعمال میں طاق پسند ہے۔ روایت حضرت ابو ہریرہؓ (بخاری، مسلم، کتاب الاذکار)

امام ابوحنیفہؒ، امام الشافعیؒ، امام الطحاویؒ، امام الخطابیؒ، امام الحرمینؒ، امام الغزالیؒ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، علاّمہ شامیؒ اور علاّمہ شبیر احمد عثمانیؒ ان سب کے نزدیک اسم اعظم **اللّٰہ** ہے۔

(ردالمختار، فتح الملہم ج۱، ص۱۰۹، فضائل ذِکر از حضرت زکریاؒ، بیس بڑے مسلمان از عبدالرشید ارشد)

الٓمّٓ، اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (مسلم، ابن ابی شیبہ، احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی، حصن حصین، اعمال قرآنی از حکیم الامتؒ، فضائلِ ذِکر از شیخ الحدیثؒ معارف الحدیث) روایت حضرت اسماء بنت یزید بن السکنؓ، اِمام جزریؒ کے نزدیک یہی اسم اعظم ہے (حصن حصین)، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو **یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ** کہتے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیری دُعاء کی قبولیت کا فیصلہ کر دیا گیا لہٰذا تو جو چاہے مانگ'' (ابن ماجہ، ترمذی، کنز العمال، معارف الحدیث)

ایک روایت میں **یَآاَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ** ط پہ ایک فرشتہ مقرر ہے جو شخص اس کلمہ کو تین بار کہتا ہے تو فرشتہ اسے کہتا ہے تُو جو چاہے طلب کر (حاکم، کنز العمال)

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے نزدیک **یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ** اسم اعظم ہے۔ (تاریخ البدایہ والنہایہ)

لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

بخاری، مسلم، حاکم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، الذھبی) روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (سورۃ الانبیاء آیت ۸۷)

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (مسلم، ابن ابی

شیبہ، احمد، درامی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی، حصن حصین، اعمال القرآنی از حکیم لامتؒ، فضائل ذکر از شیخ الحدیثؒ، معارف الحدیث) روایت حضرت اسماء بنت یزید بن السکنؓ (سورۃ البقرہ ۱۶۳)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ (ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی، ابن حبان، حاکم، احمد، ابن ابی شیبہ، حصن حصین)

روایت حضرت انس بن مالکؓ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْأَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ** (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، احمد، حصن حصین)

حضرت مولانا اشرف خان سلیمانی پشاوریؒ حضرت یوسف بنوریؒ کے حوالے سے فرماتے تھے کہ **یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ** (تین مرتبہ) **یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ** (تین مرتبہ) **یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ** (تین مرتبہ) **یَااَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ** (تین مرتبہ) میں اسم اعظم ہے اس لیے دُعاء شروع کرنے سے پہلے مندرجہ بالا کو پڑھ لینا چاہیے۔ (سلوک سلیمانی)

نوٹ: اپنی تمام دُعاؤں کو حمد وثناء ودرُود سے شروع کریں اور مندرجہ بالا اسم اعظم کے کلمات پڑھیں اور اس کے بعد اگر اسماء الحسنٰی سارے پڑھے جائیں اور پھر اپنی جائز حاجات مانگی جائیں اور دُعاء کے خاتمہ پہ بھی درُود شریف، حمد وثناء اور آخر میں لفظ آمین پہ ختم کریں۔

مستجابات الدعوات بننے کا عمل:

جو شخص روزانہ ۲۵ یا ۲۷ دفعہ یہ دُعاء پڑھے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جن کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ**)

(طبرانی، احمد، حصن حصین، مجمع الزوائد، جامع صغیر) روایت حضرت ابودرداءؓ

——————★★★★★——————

جہادِ اکبر: شیطان کے گمراہ کرنے کو دوسرا شیطان نہیں آیا تھا بلکہ یہی نفس تھا جس نے اسکو ابلیس بنایا۔ پس نفس کا مغلوب کرنا کفار کے مغلوب کرنے سے اہم ہے، اسی واسطے مجاہدہ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

(انمول خزانہ۔ ملفوظاتِ حکیم الامتؒ)

﴿بکھرے موتی سے ایک تابناک موتی﴾

(نثار احمد)

''بکھرے موتی'' حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری صاحب مدظلہم العالی ابن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب وغریب تصنیف ہے جس میں تاریخ اسلامی اور قرآن وحدیث کے انتہائی دلچسپ نادر اور سبق آموز، نیز عمل کی طرف ترغیب دینے والے حالات، واقعات اور مضامین ہیں۔

زیر نظر مضمون اسی کتاب سے لیا گیا ہے جو حضرت مفتی محمود گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ بیانات تبلیغی صفحہ ۱۴۹ کے حوالہ سے ہے، حضرت مفتی محمود گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں اور دیوبند کے مفتی گزرے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حوارین میں سے ایک نے کہا میری خواہش ہے کہ حضرت نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ وہاں سے جواب ملا اس حالت میں اس صورت میں تو نہیں دیکھ سکتے، تم چاہو تو ہم تم کو سانپ بنادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ہجرت کریں گے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف راستے میں ایک غار میں ٹھہریں گے تم اس غار میں جا کر ٹھہر جاؤ وہاں تم کو زیارت ہو جائیگی، چنانچہ اس نے منظور کرلیا اسکو سانپ بنادیا گیا وہ آکر اس غار میں ٹھہر گیا۔ وہ منتظر رہا کئی صدیاں گزر گئیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور پھر مشرکین نے مکہ مکرمہ میں چین نہیں لینے دیا یہاں تک کہ قتل کا منصوبہ بنالیا، اب اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں آکر ٹھہرے اور اس غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ اوّل تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر بٹھایا، فرمایا آپ ٹھہر جائیں میں غار کو دیکھ لوں، غار کو دیکھنے کیلئے گئے تاکہ اسکو صاف کرلیں ٹھہرنے کے واسطے، باہر آئے تو ایک چادر تھی آپ کے پاس ایک چادر غائب تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا دوسری چادر کیا ہوئی، بتایا کہ اسکو میں نے جو سوراخ تھے اس چادر سے پھاڑ پھاڑ کر وہ سوراخ بند کردیے کہ ان میں کوئی موذی جانور نہ ہو۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلانے پلانے کی فکر میں تھے، ایک بکری والے کو دیکھا اس سے پوچھا اس نے بتلایا فلاں شخص کی ہے انھوں نے کہا کہ دودھ دوہنے کی اجازت دو، اس نے کہا اجازت ہے، دودھ دوہا، اور اس میں ذرا ٹھنڈا پانی ملا کر ٹھنڈا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شرب حتیٰ رضیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا یہاں تک کہ میرا جی خوش ہوگیا، کیا محبت تھی کیا تعلق تھا کہ دودھ پیئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جی خوش ہو رہا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا، خیر اس غار کو صاف کر کے اندر

لے کر گئے اور عرض کیا کہ آپ میری ران پر سر رکھ کر ذرا آرام کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے، دیکھا تو ایک سوراخ باقی ہے اس غار میں وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پیر رکھ دیا، اس سوراخ میں وہ سانپ تھا وہ سانپ نکلنے لگا دیکھا تو سوراخ میں کوئی چیز اٹکاؤ کی ہے۔ اس نے کاٹا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اب سانپ کے کاٹنے سے میں مرجاؤں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ جائیں گے، دشمن تاک میں ہے، تلاش میں پھر رہے ہیں، جگہ جگہ ڈھونڈتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیں گے، اس غم اور صدمہ سے آنکھ سے آنسو نکلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرا وہ آنسو، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں توڈسا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن لگا دیا، اسکی برکت سے زہر کا اثر پیدا نہیں ہوا وہ سانپ جو کئی صدیوں سے وہاں ٹھہرا ہوا تھا، اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اب دیدار کا وقت آیا تو تم نے پیر اڑا لیا اس میں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے مشتاق تھے، اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اہلِ کتاب کو بہت معلومات تھیں۔

——————★★★★★——————

(اللہ تعالیٰ کی صفات اور تقدیر پر ایمان: بقیہ صفحہ:۵ سے آگے**)**

مخلوق کو پیدا کیا تو ساری مخلوق محتاج ہے۔ تو خدا ایسا ہو کہ اس میں تمام مخلوقات کی حاجتوں کے پورا کرنے کی صلاحیت بھی ہو تو ''باریٔ'' ہونا لازم ہوا۔ مخلوق میں کھانے والی بھی ہوگی تو رازق ہونا بھی ضروری ہوا۔ اسی طرح خدا کا بصیر وسمیع ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح خدا کو ماننا پڑے گا اور صفات حمیدہ کے ساتھ ماننا پڑے گا۔ جتنی بھی اچھی صفات ہونگی وہ خدا کیلئے ہونگی۔ عقلمند آدمی کوئی بے کار کام نہیں کرتا تو کیا خدا نے اس عالم کو بے مقصد بنایا؟ بلکہ با مقصد اور حکمت کے تحت بنایا۔ وہ حکیم ہے۔ اسی طرح وہ مدبر ہے، تدبیر کرنے والا ہے۔ تم جس طرح کسی چیز کو چلاتے ہو۔ تو اسی طرح خدا کی تدبیر نے چاہا کہ اس عالم کو خاص اندازے سے بنائے اور چلائے۔ خدا کے اس اندازے کا نام ہے تقدیر۔ خدا کی صفات کا منطقی نتیجہ ہے تقدیر کا ماننا اور خدا کی صفات کا ماننا اس طرح ضروری ہے جس طرح خالق کا ماننا ضروری ہے۔

——————★★★★★——————

﴿جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ھے﴾

چچازاد.... پھوپھی زاد.... ماموں زاد.... خالہ زاد.... دیور.... جیٹھ.... بہنوئی.... نندوئی.... پھوپھا.... خالو...
شوہر کا چچا... شوہر کا ماموں... شوہر کا پھوپھا... شوہر کا خالو.... شوہر کا بھتیجا... شوہر کا بھانجا (از شرعی پردہ)

حبیب و محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حُسن و جمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو خصوصی کمالات عطا فرمائے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارے ہیں۔ حتیٰ کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام ملایا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد گزر چکا کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ:

''حبیبُ اللہ کا لفظ جامع ہے خلّت کو بھی اور کلیم اللہ کو بھی اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ اِن سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی ثابت ہیں اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضورِ اقدس ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔''

ذاتِ باری تعالیٰ جو منبعِ حُسن و جمال ہے اور حُسن کو پسند کرتی ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ:

'' اِنّ اللہَ جَمِیلُ یُحِبُ الْجَمَال ''

''یعنی اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اُس نے جس ذاتِ اقدس کو اپنا حبیب بنانا تھا تو ظاہر ہے کہ اُس کو کس قدر حُسن دیا ہوگا۔''

یا صَاحِبُ الْجَمَالِ و یا سَیّدُالبَشَر مِنْ وَجْهِکَ الْمُنِیرِ لَقَدْ نَوَّرُ الْقَمَر
لا یُمکِنُ الثَّنَاءِ کَمَا کانَ حقّهٗ بعد اَز خدا بزرگ تُوئی قصّہ مختصر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رُو نہ ہو۔ تمہارے نبی ﷺ ان سب نبیوں میں صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔'' (شمائل ترمذی)

علّامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلّف ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا جسم مبارک جن اوصافِ جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا اُن اوصاف میں حضورِ اقدس ﷺ جیسا نہیں ہوسکتا۔''

مِن القصيدة البردة:

فَهُو اَلَّذِی تَمَّ معناه وصورته

ثُمَّ اصْطَفاهُ حبيباً بارِیءِ النَّسم

منزه عن شريک فی محاسِنِهِ

فجوهرِ الحُسن فيهِ غير منقسم

ترجمہ: ''پس آپؐ فضائلِ باطنی وظاہری میں کمال کے درجہ کو پہونچے ہوئے ہیں۔ پھر خداوند جل شانہٗ نے جو خالقِ کائنات ہے آپؐ کو اپنا حبیب بنالیا۔ آپؐ اس سے پاک ہیں کہ آپؐ کی خوبیوں میں اور کوئی آپؐ کا شریک ہو۔ پس جوہرِ حُسن جو آپؐ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے بلکہ مخصوص آپؐ ہی کے ساتھ ہے۔''

یا ربِّ صلِّ وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبِکَ خیرِ الخلق کلھِمِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''زلیخا کی سہیلیاں اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دِلوں کو کاٹ لیتیں۔'' (شرح شمائل)

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔''

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ شیم الحبیب میں فرماتے ہیں کہ:

''(باوجود ایسے حُسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپؐ پر اُس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرتِ الٰہی کے ہے کہ آپؐ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوبؑ یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔''

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جمال کو تیرے کب پہونچے حُسن یوسفؑ کا

وہ دِلربائے زُلیخا تو شاہد ستار

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت

نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

حضورِ اقدس ﷺ کے جمالِ مبارک کو کماحقہٗ تعبیر کرنا یہ ناممکن ہے، نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

ے گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید

لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اُمت پر بڑا ہی احسان ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حُسن و جمال کی بھی اُمت تک تبلیغ فرمائی اور اپنی ہمت اور وسعت کے موافق اُن کو ضبط فرمایا۔ جمالِ جہاں آراء کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت روایات ہیں۔ کسی نے کسی وصف اور ادا کو بیان کیا اور کسی نے کسی دوسرے جز کو۔ ان میں ایک طویل اور مفصل حدیث حضرت حَسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ہے۔ جس میں حضورِ اکرم ﷺ کا حلیہ مبارکہ اور اخلاق و عادات جملہ انواع مذکور ہیں۔ امام ترمذیؒ نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذِکر کیا ہے۔ اس سارے کا نقل کرنا ہمارے مقصد اور اختصار کے التزام کی وجہ سے مشکل ہے۔ اس لئے حضرت حَسنؓ کی حدیث کو بعینہٖ نقل کرنے کے بجائے اس میں سے صرف حلیہ مبارکہ خصوصاً چہرہ انور کے اوصاف ذِکر کرتے ہیں تا کہ اس کو دل و دماغ میں جمالینا آسان ہو کہ اسی مقصد کے لئے حضرت حَسنؓ حلیہ مبارکہ کی جستجو فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حَسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضورِ اقدس ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضورِ اقدس ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ اُن اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذِکر کریں تا کہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔''

حضرت حَسن رضی اللہ عنہ کی عمر حضور ﷺ کے وصال کے وقت سات سال تھی۔ اس لئے حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ میں اپنی کم سِنی کی وجہ سے تامل اور کمالِ تحفظ کا موقع نہیں ملا۔

نوٹ: حُسن کے ساتھ ایک مستانہ خوشبو اور رُعب بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے رعب اور اُن کی ذاتی خوشبو، اُن کا طیب اور مطیب ہونا حدیثوں میں تفصیل سے آیا ہے۔ آپ ﷺ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا، مشک کی خوشبو مہکتی تھی، اس کو عطر کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

اس لئے حلیہ مبارک کو دِل و دماغ میں جماتے وقت محبت کے ساتھ ادب و عظمت کا تصوّر بھی رہے۔ حلیہ مبارکہ کو دِل و دماغ میں جمانے کا شوق ایک محبوب صحابی رضی اللہ عنہٗ کا شوق ہے جو کثیر منافع پر مشتمل ہے۔

؎ خوشا چشم کو دید آں رُوئے زیبا
خوشا دل کہ دارد خیال محمد ﷺ

ترجمہ: ''وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے کہ جس کو محبوب ﷺ کے چہرۂ پُر نور کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ دِل کس قدر خوش نصیب ہے کہ جس میں حضرت محمد ﷺ کا خیال آتا ہے۔''

۱) سید الکونین خیر الخلق ﷺ بہت ہی شاندار تھے۔ آپ ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا لیکن مجمع میں آپ ﷺ سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

۲) عظیم المرتبت محبوبِ خدا ﷺ کا چہرۂ انور ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حُسن اور خوبروئی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی جس سے کمال درجہ ملاحت پیدا ہوگئی تھی اور پیارے رُخسار نہایت شفاف اور سُبک تھے۔

؎ ہر جلوہ پُر ضیاء رُخِ انور کا نُور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے

۳) فخرِ عالم ﷺ کی پیشانی مُبارک کشادہ تھی اور ابرو خم دار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّہ کے وقت اُبھر جاتی تھی (آپ ﷺ کو دُنیا اور دُنیاوی اُمور کی وجہ سے کبھی غصہ نہ آتا تھا، البتہ اگر کوئی اَمرِ دِین اور حق سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کا انتقام نہ لے لیں لیکن اپنی ذات کے

لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے نہ اس کا انتقام لیتے۔)

اللّٰھم صلّ و سلم وبارک علیٰ عبدک و رسولک و حبیبک سیدنا و مولینا محمد صاحب الوجہ الانورو الجبین الازھر.

۴) ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک کانوں کے لَو تک تھے، اور سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی اور بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بلدار تھے۔

؎ مَر کر کسی کی زُلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

۵) محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پُتلی نہایت سیاہ اور ان کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پلکیں دراز تھیں۔ آپؐ کے حُسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

۶) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک پر ایک چمک اور نور تھا جس کی وجہ سے بینی مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

۷) رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک موزونیت کے ساتھ فراخ تھا اور دندان مبارک باریک آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں میں ذرا سا فصل بھی تھا۔ جن سے تکلم اور تبسم کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

؎ حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

۸) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ جس نے آپؐ کے حُسن کو اور بھی زینت دے دی تھی۔

۹) امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن تراشی ہوئی ہو، صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپؐ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ آپؐ نے خود فرمایا میں خاتم النبیّین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۱۱) حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ نے جو چہرۂ انور کی تعبیر

فرمائی، اس کا کچھ ہدیہ نظر ہے:

و احسن منک لم ترقط عینی

و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرا من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: ''اور آپؐ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپؐ ہر عیب سے محفوظ پیدا کئے گئے ہیں۔ گویا کہ جیسا آپؐ نے چاہا تھا اُسی طرح آپؐ کو پیدا فرمایا گیا ہے۔''

اغر علیه للنّبوة خاتم

من الله مشهو دیلوح و یشهد

ترجمہ: ''آپؐ کے بدنِ اطہر پر مہرِ نبوت چمک رہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی دلیل ہے، جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔''

و ضم الله اسم النبی مع اسمهٖ

اذ قال فی الخمس المؤذن اشهد

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور ﷺ کا نامِ نامی اپنے نامِ مبارک کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ جب بھی مؤذن اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتا ہے ساتھ ہی حضورِ انور ﷺ کی رسالت کی بھی شہادت دینی ضروری ہے۔''

و شق له من اسمهٖ لیجلهٗ

فذو العرش محمود و هذا محمد

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نام کا اشتقاق اپنے نامِ مبارک سے کیا تا کہ آپؐ کی عزت اور وقار قائم رہے۔ جیسا کہ عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپؐ کا نام محمد ہے یعنی دونوں کا مادہ اشتقاق حمد ہے۔''

نبی اتانا بعد یاسٍ و فترةٍ

من الرسل و الاوثان فی الارض تعبد

ترجمہ: ''آپؐ ایسے نبی کریم ہیں کہ کافی زمانہ وحی کے نہ آنے کے بعد آپؐ اُس وقت تشریف لائے جب کہ

ساری دنیا بُت پرستی میں مبتلا تھی۔"

فامسیٰ سراجاً مستنیرًا

یلوح کما لاح الصیقلُ المھند

ترجمہ: "آپؐ ایسا چراغ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا اور آپؐ یوں چمکتے ہیں جس طرح صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔"

وافٍ و ماضٍ شھاب یستضاء بہٖ

بدر انار علیٰ کل الا ماجید

ترجمہ: "آپؐ وعدہ وفا کرنے والے، اپنی بات کو پورا کرنے والے ایسے چمک دار ستارہ ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپؐ ایسے ماہِ کامل ہیں کہ ہر شرف ومجد پر آپؐ کا نور چمک رہا ہے۔"

مبارک کضیاء البدرِ صورتہٗ

ما قال کان قضاء غیر مردود

ترجمہ: "آپؐ بڑی برکت والے ہیں۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح آپؐ کا چہرہ مبارک ہے جو بات فرماتے ہیں وہ ہو جاتی ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا۔"

(از دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سیدنا و مولٰنا محمدٍ و اٰلہٖ بقدرِ حسنہٖ و جمالہٖ

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

——————★★★★★——————

فتنہ سے بچو: جس مسئلہ پر زور دینے سے فتنہ کھڑا ہوتا ہو اس میں گفتگو بند کر دی جائے کیونکہ اس خاص مسئلہ دِین کی حمایت کرنے سے فتنے کا دَبانا ضروری ہے۔ ہاں مقتدائے اسلام کو شریعت کی ہر بات صاف صاف کہنا چاہیے جیسے امام احمد بن حنبلؒ نے خلقِ قرآن کے متعلق صاف صاف کہہ دیا تھا اور جو ایسا بڑا مقتدا نہ ہو اسکو بحث کی ضرورت نہیں۔ جہاں مخاطب سمجھدار منصف مزاج ہو وہاں صحیح مسئلہ بیان کر دے۔ جہاں بحث مباحثہ کی صورت ہو خاموش رہے۔ (فرمانِ حکیم الامت حضرت تھانویؒ)